OPEN ACCESS
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution
4.0 International License
CC BY

اسلامی رواداری تعبیرات کی روشنی میں

شمیم وریام
لیکچرار، گورنمنٹ کالج گلستان کالونی، فیصل آباد

Shamim Waryman **Email:** murtazagcwuf@gmail.com
Lecturer, Govt. College Gulistan Colony, Faisalabad

Abstract:
Imam Abu Haneefa's famous disciple Imam Muhammad started compilation of Fiqh Hanfa. His books consist of two types. In one type there are extremely trustful quotes, which comprise of six books i.e. Mabsoot Imam Muhammad, Jame Al-Sagheer, Jame Al-Kabeer, Al-Siyar Al-Sagheer, Al-Siyar Al-Kabeer & Ziyadat. These books are designated by Kutub-e-Zahir e Riwayah. In other type contains the books in which quotes are not according to the standard of previous books. Al-Hakim Al-Shaheed Al-Marwazi has summarised Kutub-e-Zahir e Riwayah in his book Al-Mukhtasar Al-Kafi, in which he compined all the meanings & purposes of Imam Muhammad & removed the repeated quotes. After that scholars wrote explations of Al-Mukhtasar Al-Kafi, of which the most famous is Imam Al-Sarakhsi's Al-Mabsoot. This book consists of 67 volumes. "Al-Siyar" is one of these books, in which the type of relations with Non-Muslim nations during war & peace has been discussed in the form of ordinances. Its study makes it known that Islam has not only advised mutual love & cooperation but has also ordered good conduct & tolerance with Non-Muslims.

Key Words:
Al-Mubsoot, Rawadari, Mustamin, Muahid, Zimmi & Ehl-e-Harb.

Receive Date: 09-01-2023
Accept Date: 17-01-2023
Published Date: 30-06-2023

غیر اسلامی عقائد و نظریات اور تہذیب وثقافت کے حاملین کو اپنی مذہبی تعلیمات و ثقافتی روایات پر عمل کرنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے کے سبب تشدد کا نشانہ نہ بنانا، بلکہ ان کے ساتھ عدل وانصاف، ہمدردی و غمگساری کا برتاؤ کرنا، ان کے انسانی وشہری حقوق کا لحاظ رکھنا، اسلامی رواداری کہلاتا ہے۔

کیمبرج انگلش ڈکشنری میں رواداری کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Willingness to accept behavior and beliefs that are different from your own, even if you disagree with or disapprove of them."(1)

(رواداری وہ رضامندی ہے جس کے ذریعے آپ دوسروں کے رویے اور عقائد قبول کرتے ہیں جو آپ سے مختلف ہوں حتیٰ کہ اگر آپ ان سے غیر متفق ہوں یا ان کو تسلیم نہ بھی کرتے ہوں۔)

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں جہاد و قتال رواداری و امن کے خلاف ہے۔ جبکہ دینِ اسلام انسانیت کے نام امن ورواداری کا پیغام ہے۔ جہاد و قتال کا اصل مقصد دین الٰہیہ کا قیام، عدل و انصاف کی فراہمی اور امن و امان کا نفوذ ہے، نہ کہ سفاکی و خون ریزی۔ اسی حقیقت کی بنیاد پر جنگ شروع کرنے سے قبل حق قبول کرنے کی دعوت دینے کا حکم ہے اور اس دعوت کو قبول کر لینے پر جاری جنگ فی الفور ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دورانِ جنگ بھی ظلم و تعدیہ سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی مقابل امان چاہتا ہے تو امان کو ممکنہ حد تک آسان بنایا گیا ہے۔ یعنی جہاد و قتال دینِ حق کے غلبہ ظلم و فساد کے ازالہ اور امن و امان کی بقاء کے محض وسائل ہیں، مقاصد نہیں۔ عقلِ سلیم کا مسلمہ متفقہ فیصلہ ہے کہ وسائل کا استعمال مقاصد کے حصول تک محدود رہنا چاہیے۔ اسی حکمتِ بالغہ کے پیشِ نظر اسلام نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات سمیت غیر مسلموں کے ساتھ صلح کر لینے کو بڑی اہمیت عطا کی ہے، بالخصوص اس وقت جب کفار صلح جوئی اور مصالحت کی طرف از خود راغب ہوں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا"[۲]

(اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تُو بھی صلح کی طرف جھک جا۔)

پانچویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ ابو بکر محمد بن ابی سہلؒ معروف بہ امام سرخسی کی عربی زبان میں لکھی جانے والی کتاب "المبسوط" فقہ اسلامی میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب "السفر العظیم" سے بھی موسوم ہے۔ اس کتاب میں شرح وبسط کے ساتھ مسائل و احکام بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب السیر کے تحت اس کتاب میں غیر مسلم لوگوں کے ساتھ تعلقات کے احکام کو بالتوضیح زیر بحث لایا گیا ہے، جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ رواداری کی بڑی فراخ دلی سے تعلیم دی ہے۔ احکام کے اعتبار سے غیر مسلم لوگوں کو اس کتاب میں چار اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) مستأمن (۲) معاہد (۳) ذمی (۴) حربی

المبسوط میں موجود احکام مستأمن

(۱) دارالاسلام میں سے کوئی بھی عورت اہل حرب کو امان دے سکتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی بیٹی زینبؓ نے اپنے خاوند ابو العاص بن ربیع کو امان دی تو نبی کریم ﷺ نے اس کو نافذ کر دیا۔[۳]

اور اُمِ ہانیؓ سے مروی ہے کہ

"اجرت حموين لي يوم فتح مكة فدخل على رضي الله عنه يريد قتلهما وقال أتجيرين المشركين فقلت لا إلا أن تبدأ بي قبلهما وأخرجته من البيت و أغلقت الباب عليهم ثم أتيت رسول الله ﷺ فما رآني قال مرحبا بأم هاني فاختة قلت ما ذا لقيت من ابن أمي علي؟ أجرت حموين لي و أراد قتلهما فقال ﷺ: ليس له ذلك وقد أجرنا من أجرت وأمنا من أمنت۔"(۴)

(میں نے اپنے دو خسروں کو فتح مکہ کے دن پناہ دے دی تو علیؓ آئے جو انھیں قتل کرنا چاہتے تھے اور کہنے لگے، کیا تو دو مشرکوں کو پناہ دیتی ہے؟ میں نے کہا آپ ان کو قتل نہیں کرسکتے، ہاں پہلے مجھے قتل کرو، تو اُم ہانیؓ نے حضرت علیؓ کو گھر سے نکال کر ان دونوں پر دروازہ بند کر دیا۔ پھر نبی ﷺ نیم کے پاس آ گئیں۔ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اُم ہانی کا آنا مبارک ہو، تو میں نے کہا کہ میرے بھائی سے جو مجھے تکلیف پہنچی وہ کتنی بڑی ہے۔ میں نے اپنے دو خسروں کو پناہ دے دی ہے مگر وہ انھیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے یہ اختیار نہیں ہے۔ جس کو تو نے پناہ دی، اس کو ہم نے بھی پناہ دے دی اور جس کو تو نے امان دی، اس کو ہم نے بھی امان دے دی۔)

عورت اس لیے امان دے سکتی ہے کہ وہ اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرتی ہے، کیونکہ وہ بیماروں کے علاج اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرتی ہے اور یہ بھی اس کی طرف سے جہاد ہے۔(۵)

(۲) ایسا غلام جسے جنگ کرنے کی اجازت ہو، وہ اہلِ حرب کو پناہ دے سکتا ہے۔(۶)

جیسا کہ مروی ہے:

"أن عبدا كتب على سهم بالفارسية مترسيت ورمى بذلك الى قوم محصورين فرفع ذلك الى عمر رضي الله عنه فأجاز أمانه وقال انه رجل من المسلمين وهذا العبد كان مقاتلاً لأن الرمي فعل المقاتل۔"(۷)

(ایک غلام نے تیر پر لکھا "مترسیت" یعنی ڈرو نہیں اور وہ تیر قلعے میں محصور لوگوں کی طرف پھینک دیا۔ انھوں نے وہ اٹھا کر حضرت عمرؓ کو دکھایا اور یہ معاملہ آپ تک پہنچایا تو آپؓ نے اس کی امان کو جائز قرار دیا اور کہا کہ یہ بھی ایک مسلمان ہے اور یہ غلام بھی جنگ کر رہا تھا، کیونکہ تیر اندازی بھی مجاہد کا کام ہے۔)

نیز ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ

"أمان العبد أمان"(۸)

(غلام کی امان بھی امان ہے۔)

(۳) جنگ کے لیے اجازت یافتہ بچے کے بارے میں السرخسیؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اس کا امان دینا درست نہیں، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کی امان درست ہو گی۔

جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

"أمان العبد والصبي والمرأة سواء"(۹)

(غلام، بچے اور عورت کی امان درست اور برابر ہے۔)

(۴) اگر اہلِ حرب مسلمانوں سے بغیر معاوضہ چند سالوں کی امان مانگیں اور اس میں مسلمانوں کی بہتری ہو تو مسلمان ان کو امان دے سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"(۱۰)

(اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تُو بھی صلح کی طرف جھک جا۔)

اور رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مکہ سے حدیبیہ کے سال اس معاہدے پر مصالحت کی کہ دس سال تک جنگ نہ ہو گی۔

"صالح اهل مكة عام الحديبية على أن وضع الحرب بينه وبينهم عشر سنين"(۱۱)

(اور اگر اس میں مسلمانوں کے لیے کوئی فائدہ نہ ہو تو ان سے صلح نہ کریں۔)

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ"(۱۲)

(پس تم بودے بن کر صلح کی درخواست پر نہ اُتر آؤ جبکہ تم ہی بلند و غالب رہو گے۔)

المبسوط میں موجود احکامِ معاہد

(۱) اہلِ حرب کا کوئی بھی بادشاہ مسلمانوں سے صلح کر سکتا ہے اور اس کی تمام تر ملکیت اس کی رہے گی، حتیٰ کہ اگر اس کے غلام ہوں کہ جس کو چاہے بیچ ڈالے، تو صلح کر لینے کے بعد بھی وہ غلام اسی طرح اس کے ہی رہیں گے کہ اگر چاہے تو انھیں بیچ ڈالے۔(۱۳)

اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ

"من أسلم على مال فهو له"(۱۴)

(جو شخص کسی مال کی موجودگی میں مسلمان ہوا، تو وہ مال اسی کا ہو گا۔)

(۲) اگر معاہد بادشاہ اور اس کی رعایا یا رعایا بادشاہ کے بغیر مسلمان ہو جائے، تو رعایا بادشاہ کی غلام ہو گی، کیونکہ ذمہ کی وجہ سے وہ اس کے احراز میں آ گئے ہیں۔(۱۵)

اور اگر اس نے ذمہ اس عہد پر مانگا کہ وہ اپنی ملکیت میں قتل کرے، سولی دے اور دیگر امور کے متعلق جو دارالاسلام میں درست نہیں، مثلاً میں جو چاہوں گا فیصلہ کروں گا، تو یہ چیز اس کے لیے قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ طاقت ہونے کے باوجود ظلم پر کسی کو ٹھہرانا حرام ہے۔(۱۶)

(۳) اگر کوئی اس شرط پر مسلمان ہو کہ کچھ بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب کرے گا، تو یہ شرط باطل ہو جائے گی۔(۱۷)

جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے:

"ان وفد ثقیف جآؤ و الی رسول اللهﷺ فقالوا نؤمن بشرط أن لا ننحنی للركوع والسجود فانا نكره أن تعلونا أستاهنا فقال رسول اللهﷺ لاخير في دين لاصلاة فيه ولا خير في صلاة لا ركوع فيها و لا سجود"(۱۸)

(ثقیف کا ایک وفد رسول ﷺ کے پاس آیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم اس شرط پر ایمان لاتے ہیں کہ رکوع و سجود کے لیے نہیں جھکیں گے، کیونکہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہمارے سرین ہم سے اونچے ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس دین میں نماز، رکوع اور سجود نہ ہوں اس دین میں کوئی خیر نہیں۔)

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

"كل شرط ليس في كتاب الله فهو باطل"(۱۹)

(جو شرط بھی اللہ کی کتاب میں نہیں، وہ باطل ہے۔)

(۴) اگر معاہدین میں سے کسی شخص پر دلیل کے ساتھ قتل ثابت ہو جائے، تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر معلوم نہ ہو سکے اور مقتول کی آبادی میں ملے، تو ان پر قسامت اور دیت ہو گی۔ جس طرح نبی ﷺ نے اس مقتول کے متعلق کہا جو خیبر میں پایا گیا۔(۲۰)

ان کا بادشاہ پچاس قسمیں اللہ کی کھائے کہ نہ میں نے اس کو قتل کیا اور نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے، پھر دیت ادا کرے۔ اور اس کی مملکت کے باقی لوگ قسمیں نہ کھائیں کیونکہ وہ اس کے غلام ہیں اور غلام آزاد لوگوں کی قسامت و دیت میں مزاحم نہیں ہوتے۔

اگر وہ آزاد ہوں تو ان پر بھی قسامت اور دیت ہے کیونکہ وہ آزادی اور رہائش کے لحاظ سے اس کے مساوی ہیں۔ اس لیے قسامت اور دیت میں بھی اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔(۲۱)

(۵) اگر دشمن کے لوگ مسلمانوں کو گھیر لیں اور اس بات پر صلح کا مطالبہ کریں کہ مسلمان سالانہ ان کو مقررہ چیز ادا کر دیا کریں، تو امام کو ان کی بات نہیں ماننا چاہیے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی ہے۔ البتہ

اگر مسلمانوں کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو اور امام یہ سمجھے کہ مسلمانوں کے لیے صلح کرنا ہی مفید ہے تو کوئی حرج نہیں۔(۲۲)

حدیثِ مبارکہ میں ہے:

”أن المشركين أحاطوا بالخندق وصار المسلمون كما قال الله تعالىٰ: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا بعث رسول الله ﷺ الى عبيدة بن حصن وطلب منه أن يرجع بمن معه على أن يعطيه كل سنة ثلث ثمار المدينة فأبى الا النصف........الخ“(۲۳)

(مشرکین نے خندق کو گھیر رکھا تھا اور مسلمان اس طرح ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (یہیں مومنوں کا امتحان کر لیا گیا اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے۔) تو نبی کریم ﷺ نے عبیدہ بن حصن کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے مطالبہ کیا کہ تم اپنے آدمی لے کر واپس چلے جاؤ، تمہیں ہم مدینہ کے سالانہ پھلوں کی ایک تہائی دیں گے، تو اس نے انکار کیا اور کہنے لگا، نصف پھل ادا کرو تب واپس جاؤں گا۔ جب اس کے ایلچی صلح لکھنے کے لیے نبی ﷺ کے آگے آئے، تو انصار کے سردار سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ اٹھے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ اللہ کی طرف سے وحی کی بنیاد پر یہ فرما رہے ہیں تو ٹھیک ہے، جو آپ کو حکم ہے وہ کر گزریں۔ اگر یہ آپ کی رائے ہے تو ہم اور یہ لوگ پہلے تو ایسے تھے کہ ہمارا اور ان کا کوئی دین نہیں تھا، تو اس وقت ان کو مدینہ کے پھلوں میں کوئی لالچ نہیں تھا، ہاں خرید کر یا مہمانی کے طور پر لیتے تھے۔ اور جب اللہ نے ہمیں دین کے ساتھ عزت دی ہے اور ہماری طرف اپنا رسول بھیجا تو ہم کس طرح ذلت والی چیز تاوان کے طور پر دیں۔ ہم ان سے لڑائی ہی کریں گے، تو نبی اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ تمام عرب تم پر ایک ہی کمان سے تیر پھینک رہے ہیں تو میں نے چاہا کہ انھیں تم سے ہٹا دوں مگر اب جبکہ تم اس بات سے انکار کر رہے ہو تو یہ لوگ اور تم جاؤ، ہم ان سے لڑائی ہی کریں گے۔ جب دیکھا کہ مسلمانوں میں ان کے متعلق ضعف ہے تو نبی اکرم ﷺ صلح کی طرف مائل ہوئے، مگر بعد میں سعدین نے کہا کہ ہم میں طاقت موجود ہے تو آپ ﷺ اس صلح سے رک گئے۔)

(۶) اگر اہلِ حرب کی کوئی قوم مسلمانوں سے صلح کا مطالبہ کرے، تو ان سے صلح کی جا سکتی ہے۔ اور اگر وہ کئی سالوں تک اس بات پر صلح کرنا چاہیں کہ وہ سالانہ معلوم چیز ادا کریں گے لیکن ہمارے ملک میں احکام اسلام ہم پر جاری نہ کیے جائیں تو اس پر صلح نہ کی جائے۔

البتہ اگر اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو تو درست ہے کیونکہ اس معاہدے سے وہ اسلامی احکام کا التزام نہیں کریں گے اور وہ اہلِ حرب ہونے کی صفت سے نہیں نکلیں گے۔(۲۴)

(۷) اگر کوئی حربی دارالاسلام میں بغیر کسی اجازت کے سابقہ صلح پر اکتفا کرتے ہوئے داخل ہو جائے تو اس کے ساتھ کوئی تعرض نہ کیا جائے کیونکہ وہ صلح کے ساتھ امان میں ہے۔

جیسا کہ ابوسفیانؓ بھی صلح کے دنوں میں مدینہ آئے اور ان سے کسی نے کوئی تعرض نہ کیا۔(۲۵)

(۸) اگر اہلِ مصالحت میں سے کوئی آدمی کسی دوسرے دارالحرب میں چلا جائے اور مسلمان ان پر غالب آ جائیں تو اس شخص سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ امان میں ہے۔(۲۶)

المبسوط میں موجود احکامِ ذمّی

(۱) ذمّہ سے مراد عہد ہے۔ اسی سے اہلِ ذمّہ کا نام رکھا گیا ہے۔(۲۷)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً"(۲۸)

(یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری کا یا عہد مطلق کا لحاظ نہیں کرتے)

مسلمانوں کے لیے مشرکین کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا ذمّہ دینا درست نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات اس عہد کو توڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑنا جائز نہیں ہے۔(۲۹)

(۲) اہلِ حرب کا کوئی بادشاہ اگر ذمّی ہوا تو اس کی تمام تر ملکیت اس کی رہے گی۔(۳۰)

(۳) اگر معاہد بادشاہ اور اس کی رعایا یار عایا بادشاہ کے بغیر مسلمان ہو جائے، تو عایا بادشاہ کی غلام ہو گی کیونکہ ذمہ کی وجہ سے وہ اس کے احراز میں آ گئے ہیں۔(۳۱)

اور اگر اس نے ذمہ اس عہد پر مانگا کہ وہ اپنی ملکیت میں قتل کرے، سولی دے اور دیگر امور کے متعلق جو دارالاسلام میں درست نہیں مثلاً میں جو چاہوں گا فیصلہ کروں گا، تو یہ چیز اس کے لیے قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ طاقت ہونے کے باوجود ظلم پر کسی کو ٹھہرانا حرام ہے۔(۳۲)

(۴) اگر کوئی ذمّی کفار کو مسلمانوں کی مخفی پردے کی باتیں بتاتا ہے اور ان کی خفیہ جاسوسی کرتا ہے تو یہ اس سے وعدے کا نقص شمار نہ کیا جائے گا، کیونکہ اگر یہی کام کوئی مسلمان کرے تو وہ اپنے ایمان کو توڑنے والا شمار نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر ذمّی کرے تو وہ بھی اپنے ایمان کو توڑنے والا نہیں ہو گا۔(۳۳)

(۵) مشرکین کے ساتھ لڑائی میں اہلِ ذمہ سے مدد لینے میں مسلمانوں کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ

"ان رسول اللہ ﷺ استعان بیہود قینقاع علی بني قریظة"(۳۴)

(رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے خلاف بنو قینقاع کے یہود سے مدد لی۔)

لیکن جب امام کو دھوکے کا ڈر ہو تو ان سے مدد نہ لے اور نہ ان کو مسلمانوں کے ساتھ اختلاط کا موقع دے۔(۳۵)

المبسوط میں موجود احکامِ اہلِ حرب

(۱) قبل از قتال اہلِ حرب کو دعوت دیئے بغیر ان سے لڑائی کرنا جائز نہیں ہے۔(۳۶)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا"(۳۷)

(اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔)

اور ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ

"ماغزا رسول اللہ ﷺ قوما حتی دعاھم الی الاسلام"(۳۸)

(رسول اللہ ﷺ کسی قوم سے لڑائی نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ان کو اسلام کی طرف دعوت دے دیتے۔)

یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اہلِ حرب مطلع ہو جائیں کہ ان سے کس وجہ سے لڑا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ حملہ کرنے والوں کو ڈاکو سمجھیں جو صرف مال چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ دین کی طرف بلانے کے لیے لڑ رہے ہیں تو وہ مسلمان ہو جائیں۔

اگر انھیں پہلے اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے تو پھر بھی بہتر ہے کہ ان کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، کیونکہ بسا اوقات زیادہ ڈرانا بھی فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ

"آپ ﷺ جب مشرکوں میں سے کسی قوم سے لڑائی کرتے تو ان کو اسلام کی طرف بلاتے، پھر نماز پڑھنے لگتے اور فارغ ہونے کے بعد لوٹتے اور دوبارہ دعوت دیتے۔"(۳۹)

البتہ اگر خدشہ ہو کہ پہلے دعوت دینے سے دو قلعہ بند ہو جائیں گے اور مسلمان ان سے لڑائی نہیں کر سکیں گے تو بغیر دعوت دیئے ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲) دورانِ قتال مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے:

ا۔ گھوڑے کی کونچیں نہ کاٹی جائیں۔ جیسا کہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے:

"لا نعقر الخیل في أرض العدو"(۴۰)

(دشمن کی سرزمین میں گھوڑے کی کونچیں نہ کاٹی جائیں۔)

عقر مثلہ ہے اور مثلہ سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے اگر چہ کاٹنے والے کتے کا ہی کیوں نہ ہو۔ (۴۱)

۲۔ مالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔ فرمانِ سرور کائنات ﷺ ہے کہ

"الغلول من جمر جهنم" (۴۲)

(غلول جہنم کا انگارہ ہے۔)

نیز:

"ردو الخيط والمخيط فالغلول عار و شنار على صاحبه يوم القيمة" (۴۳)

(سوئی تک واپس کر دو، بلاشبہ غنیمت میں خیانت خائن کے لیے قیامت کے روز بہت بڑی رسوائی اور بے عزتی کا باعث ہوگی۔)

اپنے صحابی اسود کے متعلق آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل الفاظ بیان فرمائے:

"اس نے مالِ غنیمت سے جو چادر چوری کی تھی، قیامت کے دن آگ کی صورت میں اس پر لپیٹی جائے گی۔ (۴۴)

۳۔ غدر نہ کیا جائے۔ فرمانِ رسولِ ہاشمی ﷺ ہے:

"لكل غادر لواء يركز عند باب أسته يعرف به غدرته يوم القيمة" (۴۵)

(ہر دھوکے باز کا ایک جھنڈا ہو گا جو اس کی دبر پر گاڑا گیا ہو گا، اس طرح وہ قیامت کے روز پہنچانا جائے گا۔)

۴۔ مثلہ نہ کیا جائے۔ دورانِ قتال مثلہ کرنا حرام ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ

"ما قام رسول الله ﷺ فينا خطيبا بعد ما مثل بالعرنيين الا ويحثنا على الصدقة وينهانا عن المثلة" (۴۶)

(رسول اللہ ﷺ قبلیہ عکل و عرینہ کے مثلہ کے بعد جب بھی ہمیں خطبہ دیتے تو ہمیں صدقہ پر ابھارتے اور مثلہ سے منع کرتے۔)

(۳) امام اوزاعی کا موقف ہے کہ دورانِ قتال کفار کے قلعوں اور عمارتوں کو جلانا اور درختوں کو کاٹنا ناپسندیدہ ہے۔

جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ نے یزید بن ابی سفیان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ درختوں کو مت کاٹنا اور کھیتوں کو مت ضائع کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ"(۴۷)

(جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔)

البتہ امام السرخسیؒ دورانِ قتال کفار کے قلعوں اور عمارتوں کو جلانے اور درختوں کے کاٹنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں امام زہریؒ کی بیان کردہ روایت تحریر کرتے ہیں کہ

"أن النبيﷺ أمر بقطع نخيل بني النضير فشق ذلك عليهم حتى نادوه ماكنت ترضى بالفساد يا أبا القاسم فما بال النخيل تقطع فأنزل الله تعالىٰ: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا"(۴۸)

(نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر کی کھجوریں کاٹنے کا حکم دیا تو ان پر ناگوار گزرا حتیٰ کہ انھوں نے ندا لگائی۔ اے ابو القاسم! آپ درختوں کو کاٹنا پسند نہیں کرتے ہیں جبکہ آپ ان کھجوروں کو کاٹ رہے ہیں۔)

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

"مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ"(۴۹)

(تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جنھیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے۔)

مزید دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس میں ان کی تذلیل ہے اور اس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے کہ

"وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ"(۵۰)

(اور جو نہ کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کو غضبناک کرے۔)

(۴) دورانِ قتال عورتوں، بچوں، بہت زیادہ بوڑھے جو قتال کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے بھی قتال کی طاقت نہیں رکھتے، کو قتل کرنا ممنوع ہے۔

جیسا کہ حدیثِ مبارکہ ہے:

"قال رسول اللهﷺ حين رأى امرأة مقتولة ها ما كانت هذه تقاتل فلم قتلت"(۵۱)

(آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ تو لڑتی نہیں تھی۔)

شیخ فانی کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ اگر اس کی رائے لڑائی میں شامل ہو تو اس کو مارنے میں کفار کی کسر شوکت ہے۔ اور بطور دلیل درید بن صمہّ کے قتل کو پیش کرتے ہیں کہ درید بن صمہّ کو حنین کے دن قتل کیا گیا اور وہ ایک سو ساٹھ سال کا تھا اور نابینا ہو چکا تھا لیکن جنگ میں رائے دینے والا تھا۔

گرجے والوں اور راہبوں کے بارے میں دو مؤقف نقل کرتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق امام ابو حنیفہؒ نے ان کے قتل کو اچھا جانا، جبکہ ''السیر الکبیر'' میں مروی ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ان کا قتل جائز نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے کہ ان کا قتل جائز نہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ حقیقت میں یہ کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اگر وہ لوگوں سے ملے ہوئے ہوں اور ان کے ساتھ مل کر لڑائی کرتے ہوں تو گویا لڑائی ان کی رائے سے جاری ہے اور وہ ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی پر ابھارتے ہیں، لہٰذا انھیں قتل کیا جائے۔ اور اگر وہ خود پر دروازے بند کر لیں اور لوگوں سے بالکل میل جول نہ رکھیں تو ان کو قتل نہ کیا جائے، کیونکہ وہ نہ بالفعل لڑائی کرنے والے ہیں اور نہ اس پر ابھارنے والے ہیں۔[۵۲]

موجودہ صورتِ حال میں جو آج کل مسلم اُمہ کی عمومی طور پر اور پاکستان میں خاص طور پر بڑھتی ہوئی بے چینی، خلفشار، نفسیاتی دباؤ اور اسلامی ثقافت کو مجروح ہونے سے بچایا جائے۔ ان احادیث و اقوال پر سختی سے کاربند رہنے کی ضرورت ہے۔ اور رواداری سے معاشرے کو پُرامن بنایا جاتا اور اسلام کا پُرامن شعار کا پرچار کیا جائے اور دنیا میں اجاگر کیا جائے۔

حوالہ جات

1. Dictionary.cambridge.org/us/dictionary/english/tolerance, Date: 26-12-2016, time 08:30 pm

۲. الانفال(۸)۶۱

۳. الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب السیر، باب فی امان العبد والمرأة، الریاض، دار السلام، رقم الحدیث ۱۵۷۹، ص ۳۸۳

۴. البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، السنن الکبری، کتاب السیر، باب الأمان، حیدر آباد، الہند، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، رقم الحدیث ۳۹۷۰، ص ۳۴۸/۲

۵. السرخسی، ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل، کتاب المبسوط (تحقیق ابی عبد اللہ محمد حسن محمد اسماعیل الشافعی وقدم لہ الدکتور کمال عبد العظیم العنانی)، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص ۷۸/۱۰

۶. ایضاً

۷. البیہقی، السنن الکبری، کتاب قتال اھل البغی، باب أمان المرأة المسلمۃ والرجل المسلم حرا کان وعبدا، ص ۱۹۴/۸، ص ۹۴/۹

۸. الزیلعی، جمال الدین عبد اللہ بن یوسف الحنفی، نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ، لاہور، دار نشر الکتب الاسلامیۃ، ص ۳۹۶/۳

۹. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/ ۸۰۔۸۱

۱۰. الانفال(۸)۶۱

۱۱. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی صلح الحدود، الریاض، دارالسلام، رقم الحدیث ۲۷۲۲، ص ۳۔۴

۱۲. محمد(۴۷)۳۵

۱۳. السرخسی، المبسوط، ص ۹۴/۱۰

۱۴. الہیثمی، نورالدین علی بن بکر مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الجہاد، باب من اسلم علی شی فھو لہ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، دار الفکر، ص ۳۳۵/۵

۱۵. السرخسی، المبسوط، ص ۹۴/۱۰

۱۶. ایضاً

۱۷. ایضاً، ص ۹۶/۱۰

۱۸. ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفئ والامارۃ، باب ما جاء فی خبر الطائف، رقم الحدیث ۳۰۲۶، ص ۴۴۳ (یہ روایت بالمعنی ہے۔)

۱۹. البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم الریاض، دار السلام، رقم الحدیث ۲۵۶۰، ص ۴۱۳

۲۰. ایضاً، کتاب الجزیۃ والموادعۃ باب الموادعۃ والمصالحۃ مع المشرکین بالمال وغیرہ... الخ، رقم الحدیث ۳۱۷۳، ص ۵۲۹

۲۱. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/ ۹۶

۲۲. ایضاً

۲۳. ابن ہمام الحنفی، کمال الدین محمد عبدالواحد، فتح القدیر شرح الہدایۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص ۵/ ۴۴۳۔۴۴۴

۲۴. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/ ۹۷

۲۵. ایضاً، ص ۱۰/ ۱۰۲

۲۶. ایضاً

۲۷. ایضاً، ص ۱۰/ ۱۱

۲۸. التوبہ (۹) ۱۰

۲۹. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/ ۱۱

۳۰. ایضاً، ص ۱۰/ ۹۴

۳۱. ایضاً

۳۲. ایضاً

۳۳. ایضاً، ص ۱۰/ ۹۰

۳۴. الزیلعی، نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ، ص ۳/ ۴۲۲

۳۵. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/ ۲۸

۳۶. ایضاً، ص ۱۰/ ۳۵

۳۷. الاسراء (۱۷) ۱۵

۳۸. الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، کتاب الجہاد، باب دعاء العدو، بیروت، المکتب الاسلامی، رقم الحدیث ۹۴۲۷، ص ۵/ ۲۱۸

۳۹. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/ ۳۶۔۳۷

۴۰. ابن حجر العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی، الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ، باب الغنائم و قسمتھا، بیروت، دار المعارفہ، رقم الحدیث ۷۱۲، ص ۲/۱۲۰

۴۱. ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی النھی عن المثلۃ، رقم الحدیث ۲۶۶۷، ص ۳۸۵

۴۲. الالبانی، محمد ناصر الدین، سلسلۃ الاحادیث الضعفۃ والموضوعۃ اثرھا السیئ فی الآمۃ، الریاض، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، رقم الحدیث ۲۰۵۹، ص ۵/۸۰

۴۳. ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب الغلول، الریاض، دار السلام، رقم الحدیث ۱۱، ص ۶۳

۴۴. البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیۃ، باب اثم الغادر للبد والفاجر، رقم الحدیث ۳۱۸۶، ص ۵۳۱

۴۵. ایضاً، کتاب المغازی، باب قصۃ عکل و عرینۃ، رقم الحدیث ۴۱۹۲، ص ۷۱۱،
ابو داؤ سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد باب فی النھی عن المثلۃ، رقم الحدیث ۲۶۶۷، ص ۳۸۵،
احمد بن جنبل، مسند احمد، ص ۴/۵۲۳

۴۶. البقرۃ (۲) ۲۰۵

۴۷. مسلم، ابو الحسین ابن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب جواز قطع أشجار الکفار و تحریقھا، الریاض، دار السلام، رقم الحدیث ۱۷۴۶، ص ۷۷۲

۴۸. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/۳۷

۴۹. الحشر (۵۹) ۵

۵۰. التوبہ (۹) ۱۲۰

۵۱. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطار شرح منتقی الأخبار من أحادیث سید الأخبار، باب الکلف عن قصد النساء والصبیان والرھبان، نواں کوٹ، لاہور، انصار السنۃ المحمدیۃ، ص ۷/۲۶۱،
مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب، رقم الحدیث ۱۷۴۳، ص ۷۷۲

۵۲. السرخسی، المبسوط، ص ۱۰/۱۴۵ از